HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print): 3006-4759
Volume 2 Issue 3 (April-June 2025)

اردو افسانوں میں ماحولیاتی مسائل کا تذکرہ۔ایک تنقیدی جائزہ

Exploration of Environmental Issues in Urdu Short Stories: A Critical Perspective

Dr. Muzamil Bhatti
Professor, National College of Business Administration $ Economics, Sub Campus Bahawalpur, muzamilbhatti1018@gmail.com

Fouzia Nasim
PhD Scholar Urdu, National College of Business Administration $ Economics Sub Campus Bahawalpur, fouzianasim055@gmail.com

Zahida Parveen
PhD Scholar Urdu, National College of Business Administration $ Economics Sub Campus Bahawalpur, zahidaparveendb5@gmail.com

Abstract

Urdu Fiction is not just an artistic expression but an effective means of awakening consciousness. The environment is a reflection of all relationships. The environment is an interconnected system that clarifies the relationship between man and nature. The principles of ecology and literature are quite similar. There is not much difference between human culture and the natural world, but man has destroyed it in his zeal to conquer the natural world and has also put himself in danger. This means that carrying out the process of creation, the characters who understand literature, are connected to each other, accept each other's influence, and have a profound impact on each other .In literature various forms of expression of nature and the environment are found such as the desire to return to nature, sympathy for nature, compassion, and the desire and effort to survive, and Environmental issues. When they find a place in literature, do not remain merely informative, but leave a lasting impression on the mind of reader. Ahmed Nadeem Qasmi's love for village Intezar Hussain's trees and animals, Qurtulain Haider's consciousness of environment and nature, Tahira Iqbal emotional ecology and village life, Mansha Yaad rural ecological canvas and the psychological atmosphere of Hassan Manzar.All these form the basis of a comprehensive environmental within Urdu fiction. These short story writers explored Ecological issues along with a host of other issues related to the interplay of nature and environment, their stories reflect a deep, though varied awareness of ecological issues making a valuable contribution to the field of South Asian Eco critical literature.

Keywords: Urdu Fiction, Environmental Consciousness, Eco-Criticism, Nature and Literature, South Asian Ecology

تمہید

اردو افسانہ صرف ایک ادبی اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ انسانی شعور کو بیدار کرنے کا ایک مؤثر وسیلہ بھی ہے۔ انسانی زندگی اور فطرت کا تعلق ہمیشہ سے گہرا رہا ہے، اور یہی تعلق ماحولیاتی نظام کی بنیاد ہے۔ ادب اور ماحولیات دونوں میں باہمی ربط، ہم آہنگی، اور اثرپذیری کے اصول کارفرما ہیں۔ جدید صنعتی ترقی نے جہاں انسانی سہولتوں میں اضافہ کیا، وہیں قدرتی توازن کو بگاڑ کر انسان کو خود خطرے سے دوچار کر دیا۔ اردو افسانہ نگاروں نے نہ صرف سماجی و نفسیاتی مسائل کو اجاگر کیا بلکہ ماحولیاتی تباہی، فطرت سے بیزاری، اور دیہی زندگی کی زوال پذیری جیسے موضوعات کو بھی تخلیقی انداز میں پیش کیا ہے۔ احمد ندیم قاسمی کی دیہی محبت، انتظار حسین کے درخت اور جانور، قرۃ العین حیدر کا فطرتی شعور، طاہرہ اقبال کی جذباتی ماحولیات، منشا یاد کا دیہی کینوس، اور حسن منظر کا نفسیاتی ماحول—سب مل کر اردو افسانے میں ایک ہمہ گیر ماحولیاتی شعور کی تشکیل کرتے ہیں۔ یہ افسانے جنوبی ایشیائی ادبیات میں ایک مؤثر ماحولیاتی تنقید (Eco-criticism) کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

ماحول عربی زبان کا لفظ جس کے معنی "ارد گرد کا علاقہ " لیے جاتے ہیں ماحول سے مراد انسانی زمین وحیات پر بیرونی اثرات اور ان سے مرتب ہونے والی صورتحال ہے جو انسانوں اور دوسرے جانداروں کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے ماحول ایک جامع اصطلاح جو نہ صرف انسانوں کو گھیرے ہوئے قدرتی عناصر کا مجموعہ ہے بلکہ انسانوں کی ذہنی معاشرتی تمدنی اور روحانی زندگی پر اثر رکھنے والے

CC BY

تمام خارجی و داخلی سطح پر مشتمل ہے۔ماحولیات کی تعریف ریختہ ڈکشنری کے مطابق کچھ اس طرح ہے "علم ماحولیات حیاتیات کی ایک ایسی شاخ جس میں جانداروں کا ایک دوسرے اور ماحول کے مابین تفاعل کا مطالعہ کیا جاتا ہے" 1

محمد فاروق عثمان رقم طراز ہیں،

"انسان کا انسان کے ساتھ اور انسان کے مظاہر کائنات کے ساتھ تعلق کی نوعیت کیا ہے یہ سوال کسی بھی معاشرے کا اہم ترین مبحث ہے "2

پروفیسر ایڈورڈ او سبرن ویلسن کے نزدیک

"ماحول وہ بیرونی حالات اور اثرات ہیں جو جانداروں کی زندگی اور نشو و نما کو متاثر کرتے ہیں "3

ماحول کے خارجی عوامل اور اثرات جو کسی جاندار کی زندگی اور ارتقا کو متاثر کرتے ہیں اور ماحول محض درختوں، ندیوں اور پہاڑوں کا نام نہیں بلکہ انسان کے خارجی اور داخلی تجربات کا وہ دائرہ ہے جو اس کے فکری اور عملی زندگی کی تشکیل کرتا ہے۔ماحول کو صرف قدرتی مظاہر تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ انسانی فکری اور نفسیاتی نظام کا حصہ بھی قرار دیا گیا ہے کیونکہ ماحول ایک ایسا نظام ہے جو جاندار اور اس کے گرد و پیش کے درمیان جاری و ساری تعلقات کا عکس ہے ماحول ایک باہم نظام ہے جو انسان اور فطرت کے مابین رشتے کو واضح کرتا ہے۔ماحولیات اور ادب کے اصول کافی حد تک مماثلت رکھتے ہیں انسانی ثقافت اور طبعی دنیا میں زیادہ فرق نہیں ہے لیکن انسان نے طبعی دنیا کو فتح کرنے کے جوش میں اس کو برباد کر دیا ہے اور خود کو بھی خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔

ماحولیات کا ایک تصور یہ ہے "ہر شے دوسری شے سے جڑی ہے "ماحولیاتی تنقید کے پہلے نکات ولیم ریکرٹ نے اس کا اطلاق ادب پر کیا جس طرح ماحول میں کوئی چیز دوسری چیز سے علیحدہ نہیں اسی طرح ادب کے ماحول میں کوئی متن، کوئی ادبی واقعہ اور ادبی تخلیق میں حصہ لینے والے عوامل مطلب یہ کہ تخلیق کا عمل سر انجام دینے والے ذرائع ادب کو سمجھنے والے کردار ایک دوسرے سے جڑے ہیں ایک دوسرے کا اثر قبول کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر بھرپور انداز میں اثر ڈالتے ہیں۔ادب میں فطرت و ماحول کے اظہاریت کی مختلف صورتیں ملتی ہیں جیسے کہ فطرت کی طرف واپسی کی آرزو، فطرت سے ہمدردی، رحم دلی اور بقا کی خواہش و کوشش اور یہ سب زبان کے ایک خاص استعمال سے نہیں ہوتا ہے کیونکہ انسانی زبان ثقافتی مصنوع ہے اسی لیے اس میں غیر معمولی لچک ہے کوئی لفظ لغوی معنی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ وہ مسلسل، مجاز، استعارہ اور علامت کی طرف کھینچتا ہے اسی لیے فطرت کو اس کی درست شکل میں پیش کرنے کی سعی اسے علامت بنا دیتی ہے تیز ہوا بربادی کی، سمندر خاموشی، لومڑی چالاکی، الو عقلمندی یا بے وقوفی، خزاں موت یا نئی زندگی، پھول عارضی خوشی کی علامت بنتے ہیں۔

انسان کی عقلی، تخلیقی اور سماجی زندگی فطرت و ماحول میں ہم دلی محسوس ہوتی ہے کیونکہ فطرت کے حسین مناظر سے لطف اٹھانا انسانی سرشت میں شامل ہے فطرت حسن تصنع سے پاک ہوتا ہے اسی لیے انسان فطرت کی خوبصورتی اور رعنائی سے محبت کرتا ہے مگر جنگلات کا کٹاؤ جانوروں اور پرندوں کی نقل مکانی شہری زندگی میں پھیلاؤ کی وجہ سے زرعی رقبہ جات میں کمی کی وجہ سے مختلف علاقوں میں منظر نامے، فطری ماحول میں تبدیلی کا عمل ان علاقوں کے جغرافیہ کو تبدیل کر دیتا ہے جن کی وجہ سے علاقے کی ثقافتی اور مقامی حیثیت میں تبدیلی ہونا لازمی امر ہے زندگی کی ضروریات کے حصول کو بہتر بنانے کے لیے ہم سب موجودہ ماحول پر انحصار کرتے ہیں اسی وجہ سے آبی ذخائر زمینی جانداروں اور پودوں کی بقا کو خطرات لاحق ہوتے ہیں۔بعض اوقات ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں دیہی مضافات سے شہر کی طرف نقل مکانی پر مجبور ہو جاتے ہیں۔زمانہ قدیم میں دنیا کے ہر ایک خطے کا ماحولیاتی نظام متوازن تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان نے قدرت کے مظاہر کے ساتھ برے سلوک کرنے سے فطری منظر نامہ بدلہ جس کے اثرات سے ماحول بدلہ جس نے زمین کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا۔ثقافتی، سیاسی، سماجی، معاشی اور جغرافیائی لحاظ سے کوئی علاقہ الگ ماحولیاتی نظام کا مالک ہوتا ہے عہد موجود میں فطرت کے جبر کے خلاف تصادم کا عنصر بھی دکھائی دیتا ہے اس کے ساتھ چلتے رہنے کی فطری صلاحیت بھی۔

ڈاکٹر اورنگزیب نیازی اپنی ترجمہ شدہ کتاب "ماحولیاتی تنقید نظریہ و عمل (منتخب مضامین)" میں رقم طراز ہیں،

"حیاتیاتی مقامیت ایک ایسا سیاسی اور ثقافتی مظہر ہے جس کی بنیاد ماحولیات پر ہے حیاتیاتی مقامیت کا تعین کسی خطے کی انتظامی سرحدوں کی بجائے اس خطے کی فطری خصوصیات مثلاً آب و ہوا موسم، پودے، جانور، طبعی حالات اور زمینی خصوصیات کرتی ہیں "5

ادب میں ماحول ایک فضا، ایک منظر، یہ ایک ایسا وجود ہے جو کرداروں کے جذبات، ذہنی کیفیت اور بیانیے کی ساخت پر اثر انداز ہوتا ہے ماحولیاتی مباحث کے ماننے والے انسانی زندگی کی موجودگی کو ماحولیاتی موجودگی سے مشروط کرتے ہیں کیوں کہ ایک اچھا ماحول ایک اچھے انسان کی شبیہ کو تخلیق کا ذمہ دار ہوتا ہے اور ماحول اپنے ماخذ سے الگ ہو کر نہیں رہتا جس طرح ژاک دریدا نے ایک مضمون میں کہا تھا کہ ماحول میں تین قسم کے جانور موجود ہوتے ہیں۔ حقیقی، خیالی اور تصوراتی اور لاکاں کے نزدیک حقیقی جانور جو کہ قدرتی ماحول کا حصہ ہوتے ہیں۔ان کو براہ راست تجربے میں نہیں لایا جا سکتا ہے لیکن انسان اپنی زبان اور ثقافت کے ذریعے ہی مراقبے کی سطح پر ان تک پہنچ سکتا ہے اور یہ مراقبہ قبل از کلام تصور بھی ہو سکتا ہے اور بعد کلام تصور اور تشکیلی تصور بھی ہو سکتا ہے۔

کرسٹوفر مینز کے مطابق

"ہمارا مخصوص محاورہ قرون وسطی وسطہ کی توضیحات اور انسان پسندی کی تجدید کا مرکز ہے یہ اپنی دانش ارتقا اور استدلال میں غیر متزلزل یقین کی مدد سے خاموشی کی ایک وسیع دنیا تخلیق کرتا ہے؛ ایک ان کہی کی دنیا جسے فطرت کہا جاتا ہے ایک ایسی دنیا جو انسانی افتراقات، عقلیت اور ماورایت کی ابدی حقیقت ہونے کے عالمگیر دعوے کی وجہ سے ہمیشہ دھندلکے میں رہتی ہے "6

فلسفہ ماحولیات فطرت اور اس کی تمام مخلوقات کے درمیان رشتے کو مانتے ہوئے انسان مرکزیت کے حامل فلسفے کو رد کرتے ہوئے تمام مخلوقات کو برابر قرار دیتا ہے ان سب کا احترام لازمی ہے کہ ان کو زندہ رہنے، بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا قانونی اور آفاقی حق ملنا ضروری ہے اور انسان کے لیے بھی فائدہ مند ہے کہ وہ اپنے ماحول، اپنے جغرافیے اور اپنے وطن سے جڑے جو انسان کو خاص اور

OPEN ACCESS
CC BY

خوبصورت بناتی ہے اس علاقے کی جمالیات و ماحول کا اثر انسان کے دل و دماغ پر اچھا پڑے گا جس سے اس کے مزاج میں ایک اچھی تبدیلی آئے گی جسے ہم تخلیقیت سے تعبیر کہہ سکتے ہیں کیوں کہ ایک تخلیق کار کس طرح سے فطرت کے قریب رہ کر شاعری و ادب کا حصہ بناتا ہے اور اس کی تخلیق کو شہرت ملتی ہے۔ اردو میں افسانہ نگاروں کے ہاں فطرت، موسم، دیہی زندگی، زمین اور پانی کے مسائل، ماحولیاتی مسائل، آلودگی کے مسائل، وبائی امراض وغیرہ نے انسانی زندگی کو متاثر کرنے والے عوامل کو اپنی تحریروں میں سمویا کیونکہ افسانہ ایک مختصر کہانی ہوتی ہے جس میں کرداروں کے جذبات و حالات اور معاشرتی و سیاسی مسائل کو ایک مرکب انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ افسانے کی ساخت میں مختصر وقت اور کم کرداروں کے ذریعے زندگی کے پیچیدہ مسائل کو سادہ انداز میں بیان کیا جاتا ہے اس میں کرداروں کے نفسیاتی کشمکش، ان کی داخلی الجھنیں اور ان کے مسائل کی عکاسی کی جاتی ہے افسانے کی طاقت اس میں ہے کہ وہ زندگی کے پیچیدہ مسائل کو چھوتے لیکن موثر انداز میں پیش کرتا ہے جو قاری کو متاثر کرتا ہے کیونکہ افسانہ اب تقریباً 125 سالوں میں درخشاں ستارے کی طرح دکھائی دیتا ہے

"ما بعد جدید افسانہ وہ تخلیقی صنف ہے جس میں بیک وقت فکر، استدلال، لاشعور، تحت الشعور، شعور، ڈیلبریشن، واردات، تکنیک، ہیت، اسلوب، ادراک، وژن، رچے بسے اور گھلے ملے ہوتے ہیں غالباً اسی لیے تمام تخلیقی اصناف میں اس صنف کا آج کی زندگی اور لازوال زندگی کے تناظر میں بیش قیمت رول اور اہمیت تسلیم کرنا پڑتی ہے"7

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ

"افسانہ کوئی جدید یا سنگ بستہ صنف نہیں ہے اس میں تجربہ، تبدیلی اور اضافے کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے"8

یہی وجہ ہے کہ اردو افسانوں میں فطرت ماحول اور ماحولیاتی مسائل کی بھرپور عکاسی ملتی ہے فطرت صرف مناظر کا نام نہیں بلکہ جذبے، دل سے نکلنے والی آوازوں، احساسات اور محسوسات کو اس میں شامل کرنے کا نام ہے۔ وہاں پر جدید دور کے مسائل کو زیادہ جذب کرنے کی صلاحیت بھی موجود ہے مثلاً سائنس اور ٹیکنالوجی کی سہولیات کے مضر اثرات، انٹرنیٹ کی پھیلائی ہوئی افراتفری، دہشت گردی، فرقہ پرستی، پانی کی کمی اور پانی کے مسائل، مرد اور عورت کا بدلتا ہوا مشرقی اور معاشی کردار جیسے عام موضوعات کو افسانے میں موثر پیرائے میں ملتے ہیں۔ اردو افسانہ نگاروں میں جہاں فطرت، ماحول اور ماحولیاتی مسائل کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ ان میں احمد ندیم قاسمی کے ہاں دیہی ماحول کو بھرپور انداز میں منظر عام پر لانے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ اب ان کے افسانوی مجموعوں چوپال، بگولے، طلوع و غروب، گرداب، سیلاب، آنچل، آس پاس، در و دیوار سناٹا، کپاس کا پھول، برگ حنا، گھر سے گھر تک، نیلا پتھر، کوہ پیما وغیرہ شامل ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں پنجاب دھرتی کی مٹی، ہوائیں، سبزہ، ٹیلے، وہاں کے چشمے، چراگاہیں اور ریگستان وغیرہ کی بو باس قدم قدم پر اپنی جانب متوجہ کرتی ہے اور فطرت کس طرح فن کی تکمیل کرتی ہے۔ اس کے لیے افسانوی مجموعہ "سناٹا" میں "آتش گل" افسانہ کا اقتباس ملاحظہ ہو،

"پھر جب میں چونکا تو ڈوبتے ہوئے سورج کے ارد گرد دھوپ دور تک پھیلے ہوئے سرسوں کے کھیتوں میں اونگھ رہی تھی سرسوں کی صاف ستھری صحت مند زردی میں چمک سی آگئی اور آسمان کے وسط میں اڑتی ہوئی ایک پتلی سی بدلی کو ڈوبتے ہوئے سورج نے بسنتی دوپٹے میں بدل دیا تھا"9۔

افسانہ "طلائی مہر" میں جب سونی کو طلائی مہر دیتا ہے تو اس کا جسم زخمی ہے جس کو سونی اپنے کپڑے سے دھو رہی ہے اس خوبصورت منظر کو احمد ندیم قاسمی نے یوں بیان کیا ہے،

"......اپنے پیلی چھینٹ کے لہنگے سے زخم دھو رہی ہے اور جب فیض کی خون آلود انگلیوں نے ایک طلائی مہر حنائی انگلیوں میں تھمادی تو اندھیرا گہرا ہو گیا۔ ستارے ماند پڑ گئے۔ ٹڈیاں اور جھینگر چیخ اٹھے اور ملائم تپتے ہوئے بھیگے گال ایک زخم خوردہ چوڑی چھاتی پر بہت دیر تک پڑے دھڑکتے رہے"10

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں ماحول کی عکاسی بھی ہوتی ہے اور تہذیب کی بھی۔ ان کی افسانوں میں دیہی ماحول اپنی تمام رنگینیوں اور تاریکی پہلوؤں سمیت اجاگر ملتا ہے۔ دیہاتی تاریک پہلو بڑی شدت سے ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں فنی لوازم کو بھی احسن طریق سے برتا ہے۔ دیہی زندگی کی عکاسی کو دھرتی سے محبت اور اس پر رہنے والے غریب لوگوں سے والہانہ محبت کو بھی بیان کیا ہے اور دیہی عورت کے جذبات و احساسات کے بھی عکاس ہیں وہ عورت کے کردار کو افسانے کی مجموعی فضا میں سامنے لاتے ہیں دیہی معاشرت کی سچی، زندہ اور برحقیقت تصویریں پیش کی ہیں ان کے ہمہ جہت افسانوں کی فطری ماحول کی عکاسی کے بارے میں احمد ندیم قاسمی کا اپنا شعر یوں ہے،

احمد ندیم قاسمی کے ایک افسانہ "موت" مجموعہ "آس پاس" میں کلثوم اور نوجوان موت کو گلے لگانے اور ماحول سے فرار کا راستہ تلاش کرتے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ،

"ماحول سے فرار یا زندگی سے فرار۔ پہلے فرار کا خیال آتے ہی خاندانی وقار، سماج، مذہب غرض بے شمار پرچھائیوں کی ایک گھٹا چاروں طرف سے سمٹنے لگتی ہے دوسرے فرار کے تصور میں سکون ہے دبدبہ ہے، بقا ہے........ زندگی کے بحر ذخار کا ساحل کہاں ملے گا زہر، سولی، آگ چٹانوں سے بنی ہوئی گھاٹی، دندناتا ہوا انجن، چمچماتا ہوا خنجر اب کلثوم پر لرزا طاری ہو جاتا ہے"11

معروف ادبی نقاد اور محقق ڈاکٹر گوپی چند نارنگ احمد ندیم قاسمی کی فطرت نگاری اور ماحول کی عکاسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"ان کے افسانوں میں زمین اور انسان سے ان کی بے پایاں محبت اور بھی کھل کر سامنے آتی ہے۔"

نامور افسانہ نگار انتظار حسین نے ماحول اور انسانی تعلق کو بامعنی پیرائے میں بیان کیا ہے ان کے بھی افسانے دیہی زندگی، فطرت اور ان کے بگاڑ کو علامتی انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں تخلیقی شعور دیہی اور فطری پس منظر میں پرورش پانے کے باوجود ان کے ہاں فطرت محض منظر نگاری یا پس منظر نہیں بلکہ ایک تہذیبی روحانی اور ماحولیاتی قوت ہے درخت، پرندے،، ندی قریہ، کھیت اور مٹی سب ان کے بیانیے کا لازمی جزو ہیں دیہی، ثقافتی، جغرافیہ اور ماحول ان کے افسانوں کو ایک وسیع کینوس مہیا کرتا ہے دیہی زندگی میں موجود کھیت، کنویں، تلاب، پگڈنڈیاں، ہل اور چکی کی اواز صرف پس منظر نہیں بلکہ کہانی کا خود حصہ بن جاتے ہیں۔ انتظار حسین نے متعدد افسانوی مجموعے "گلی کوچے"، "کنکری"، "آخری آدمی"، "شہر افسوس"، "کچھوے"، "خیمے سے دور

OPEN ACCESS

"، "خالی پنجرہ"، "شہر زاد کے نام"، اور "نئی پرانی کہانیاں" شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے افسانوں میں فطرت کی تباہی اور تہذیبی ماحول کی بربادی ایک مسلسل تاثر کے طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے "شہر افسوس" میں گزرے ہوئے ماحول کا غم اور موجودگی کی اذیت کو بار بار بیان کیا گیا ہے"۔ گلی کوچے" کے افسانوں میں قصباتی زندگی تہذیبی مظاہر اور معاشرتی ہماہمی اور افراد کو پیش کیا گیا ہے

"اقتباس ملاحظہ ہو "چاروں طرف سناٹا ہی سناٹا تھا...... کہ قیوما کی دکان واقعی بند تھی اس کے پڑے پہ ایک کتا نیم غنودگی کی حالت میں لیٹا تھا"12

ایک اور اقتباس افسانہ "یاں آگے درد تھا" ملاحظہ ہو جس میں جو لمحاتی ویرانی دکھائی گئی ہے وہ دراصل ہجرت کا پیش خیمہ ہے

"جیسے یہاں یہاں کوئی نگر اباد تھا اور اب اجڑ گیا یا کوئی دریا بہتا تھا جو راستہ بدل کر اب کسی اور رخ بہنے لگا ویرانی کا عجب طور ہے بعض بستیاں بار بار اجڑتی ہیں اور اجڑ اجڑ کر بس جاتی ہیں اور بعض بستیاں بلاوجہ بلا سبب غیر محسوس طور پر ویران ہو جاتی ہیں "13۔

درخت، جڑیں، پتے اور سبزہ انتظار حسین کے ہاں صرف قدرتی مناظر نہیں بلکہ تہذیبی جڑوں کی علامتیں ہیں۔ ان کے افسانے " آخری آدمی" میں ایک شجر کی تلاش دراصل شناخت اور بقا کی تلاش ہے "گلی کوچے" میں انسان کے بچھڑے ہوئے ماحول کی یاد اور نئے ماحول سے اجنبیت کو بڑی چابکدستی سے پیش کیا ہے۔ انتظار حسین کے افسانوں میں ماحول صرف ایک فزیکل سپیس نہیں بلکہ ایک تہذیبی اور روحانی خلا کا اظہار یہ ہے انتظار حسین کے افسانوں میں فطرت اور تہذیب ایک دوسرے سے گندے ہوئے ایسی دنیا کی یاد دلاتے ہیں جہاں انسان، درخت، پرندے، دریا اور زمین سب ایک ہم آہنگ نظام کا حصہ تھے۔ اس توازن کے ٹوٹنے کو وہ تاریخ، سیاست اور تہذیب کی بربادی کے طور پر دیکھتے ہیں ان کے افسانے ماحولیاتی ہیں کیونکہ تمام تحریریں ایک جگہ اور وقت میں واقع ہوئی ہیں اسی لیے انتظار حسین کے افسانے اسی جگہ وقت اور فطری اور تہذیبی فریم میں جڑے ہوئے ہیں۔ انتظار حسین کے افسانے ماحولیاتی نقطہ نظر سے تہذیبی زوال کا ایک ایسا منظر نامہ ہے جہاں فطرت کی چیخیں سنائی دیتی ہیں ان کا فکری بیانیہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جب انسان فطرت اور ماحول سے کٹ جاتا ہے تو صرف درخت اور پرندے نہیں مرتے بلکہ تہذیب، خواب اور روح بھی ماند پڑ جاتی ہے ان کے افسانے ماحولیاتی شعور کی بیداری کی سمت ایک موثر قدم ہے افسانہ "چیلیں" فطرت کے غضبناک روپ کو پیش کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ ادمی فطرت کی جنت سے زیادہ اپنی بنائی جنت میں رہنا پسند کرتا ہے اقتباس ملاحظہ ہو

"چیلیں کالے بادلوں کی طرح امنڈ گھمنڈ کر آئیں اور دفعتاً پہرے داروں کو لہولہان کر دیا اور پہرے داروں کے اوسان ایسے خطا ہوئے کہ جلوں جڑے ہوئے تیر جڑے رہ گئے اور تلواریں جس طرح کھنچی تھیں اسی طرح کھنچی رہ گئی پھر وہ چیلیں کھانے پر ٹوٹ پڑیں کھایا، اوندھایا اور اڑ گئیں"14

اس "چیلیں" افسانے میں انتظار حسین نے جدید انسان کی ایک بڑی الجھن کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے جو نہ تو فطرت کے ساتھ پرانا تعلق برقرار رکھ سکتا ہے نہ وہ تمدنی زندگی گزار سکتا ہے۔

قرۃ العین حیدر ایک منفرد اور دانشورانہ اسلوب کی حامل تخلیق کار کے طور پر جانی پہچانی جاتی ہیں ان کی تحریروں میں تاریخ، تہذیب، سیاست، جمالیات اور انسان دوستی کے ساتھ ساتھ فطرت اور ماحول سے گہری وابستگی بھی نظر اتی ہے ان کی تحریروں میں ماحولیاتی شعور (Eco Consciousness) کی جھلک فطرت سے گہرا تعلق موجود ہے۔

افسانہ "دیودار کے درخت" کی ابتدا کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

" نیلے پتھروں" کے درمیان سے گزرتی ہوئی جنگلی نہر کے خاموش پانی پر تیرتے ہوئے دیوداروں کے سائے بیتے دنوں کی یاد کے دھندے میں کھو کے مٹتے جا رہے ہیں بھیگی بھیگی سرد ہوائیں چیڑ کے نوکیلے پتوں میں سے سرسراتی ہوئی نکل جاتی ہیں اور دیوداروں کے جھنڈ کے پرے اس اونچی سی پہاڑی پر بنی ہوئی عمارت کی کھڑکیوں کے شیشوں پر چاند کی کرنیں پڑی جھلملاتی رہتی ہیں لیکن کوئی بھول کر بھی we met in the valley of moon والا محبوب گانے وہ دل نہیں چاہتا۔ ناشپاتی اور خوبانی کی جھکی ہوئی شاخوں کے خوبانی نہیں توڑی جائیں....... نیچے وادی میں رات کو نو بجے والی ٹرین اسی طرح بل کھاتی ہوئی گزرتی ہے........ یہ سب باتیں پرانی اور فضول ہو چکیں "15۔

اس اقتباس سے واضح ہے کہ افسانہ نگار فطرت نگاری اور ماحول کی منظر کشی میں کمال حاصل ہے انہوں نے پرانی قدروں اور تہذیبوں کے زوال کا نقشہ کھینچا ہے وہ جنگلی نہر کی خاموشی اس کے ساتھ شرارتیں، چاندنی رات کی جھلملاتی کرنیں کو پس منظر کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے بتا رہی ہیں یہ پرانی قدریں بدل رہی ہیں قرۃ العین حیدر نے ندیوں کے بہاؤ، درختوں کے جھکاؤ، پرانی کوٹھیوں کے احاطے میں اُگے برگد، دھند اور بارش کی خوشبو یہ مناظر کی تصویر کشی نہیں بلکہ کرداروں کی نفسیات، تہذیبی تسلسل اور جذباتی کیفیات کو بھی بیان کرتی ہیں "پت جھڑ کی آواز "افسانوی مجموعے یہ افسانوں میں فطرت اور ماحول کی پیشکش دراصل انسانی جذبات کا ذریعہ بن گئی ہے ماحول کرداروں کی نفسیات سے ہم آہنگ ہو کر قاری کو جذب کرتا ہے قرۃ العین حیدر کا پہلا افسانوی مجموعہ "ستاروں سے آگے " اس میں ایک افسانہ "جہاں کارواں ٹھہرا تھا" کی شروعات بظاہر رومانوی اسلوب کی مانند مگر اس کے کردار سحر یا وہموں کی شکست کے کرب سے دوچار ہیں قرۃ العین حیدر نے اس کرب کے اظہار کے لیے افسانے میں استعاراتی فضا اور ماحول کو تخلیق کیا ہے۔

"اس اسنسان اکیلی روش پر نرگس کی پتیوں کا سایہ جھک گیا ہے کر اس رات کی خاموشی میں چھوٹے چھوٹے خداؤں کی سرگوشیاں منڈلا رہی تھیں پیانو آہستہ آہستہ بجتا رہا اور اسے ایسا لگا جیسے ساری دنیا ساری کائنات ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہے "16۔

ان کے ہاں کئی افسانے ماحول ازادی اور شناخت گہرے تعلق کے حامل نظر اتے ہیں ان کے نسائی کردار قدرتی مناظر بہت حد تک ہم آہنگ نظر آتے ہیں ہجرت، نو آبادیاتی نظام اور ماحول پر پڑنے والے اثرات کو عمدہ انداز میں پیش کیا ہے ان کے افسانوں میں تبدیل ہوئے، شہر کٹے ہوئے درختوں اور اجنبی موسموں کا تذکرہ صرف ماحول کی تبدیلی نہیں بلکہ شناخت کے بحران کی بھی علامت ہے۔ جلاوطنی کا تہذیبی المیہ پوری ہولناکی کے ساتھ بدرجہ اتم موجود ہے اس کے کرداروں میں جلاوطنی کا درد اور تہذیبی اقدار کے ختم ہونے کا کرب گہرا ہے بے دخلی، جلاوطنی، بے زمینی اور

OPEN ACCESS

لامکانی کی آزمائش کی ایسی کیفیت سے بار بار سامنا ناگزیر ہے جسے بکھراؤ" diaspora" کا نام بھی دیا جا سکتا ہے ان کے افسانوں میں انسانی بکھراؤ، ایک استعارہ، ایک خیال اور ایک محرک کی صورت پڑھنے والے کو بار بار احساس کرب میں مبتلا کر دیتا ہے افسانہ "جلاوطن" میں کنول کماری کہتی ہے۔

"باہر اندھیرا تھا اور سردی اور بے کراں خاموشی میں زندہ ہوں....... لیکن سردی بڑھتی گئی اور بے قراں تنہائی اور زندگی کے ازلی اور ابدی پچھتاوے کا ویرانہ........"17۔

قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں سرد و گرم ماحول، مسوری کی برفیلی وادیوں، مشرقی پاکستان کے دریاؤں اور ناریل کے درختوں جنوب مشرقی ایشیا کے گھنے جنگلوں اور گھروں کا جب ذکر کرتی ہیں تو قاری ان واقعات کے ساتھ نہ صرف متعارف ہوتا ہے بلکہ انہیں دیکھنے کا جذبہ بھی بیدار کر لیتا ہے۔

منشا یاد کا نام ایک ایسے افسانہ نگار کے طور پر سامنے آتا ہے۔ جنھوں نے دیہی زندگی انسانی رویوں اور سماجی تضادات کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی پہلوؤں کو بھی بھرپور طور پر اپنی تحریروں میں شامل کیا ۔ان کا اسلوب سادہ بیانیہ مگر گہرے مفاہیم سے بھرپور ہوتا ہے۔ وہ فطرت کے مناظر زمین سے جڑے مسائل انسان کے ماحول سے تعلق کو بڑے موثر طریقے سے افسانوی قالب میں ڈھال دیتے ہیں۔ انہوں نے دیہاتی زندگی کو نہایت گہرائی، گیرائی اور حقیقت پسندی سے پیش کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں دریا، کھیت، بارش، جانور، درخت اور پرندے وغیرہ منظر کا حصہ نہیں بلکہ انسانی جذبات، رشتوں اور رویوں کا مظہر معلوم ہوتے ہیں۔ افسانہ "غروب ہوتی صبح" کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"عجیب دروغ بھری طلوع ہوئی ہے کہ پتہ ہی نہیں چل رہا کہ وہ جاگ گیا ہے یا ابھی تک سو رہا ہے تو سامنے والی کھڑکی اسے کیسے نظر آ رہی ہے اور وہ جاگ رہا ہے تو اسے اپنے خراٹوں کی آواز کیسے سنائی دے رہی ہے ان خراٹوں کے ساتھ شارکوں کا شور بھی سنائی دے رہا ہے جو اسے نظر تو نہیں آ رہیں"18۔

ان کے ہاں فطرت اور انسان کا رشتہ دکھائی دیتا ہے جو ان کے گہرے عمیق مشاہدے کا مظہر ہے ان کے افسانے ان کے گہرے عمیق مشاہدے کا مظہر ہیں۔ ان کے افسانے ماحولیاتی زوال کو سماجی زوال سے جوڑتے ہیں قاری کے ذہن کو اس سمت لے جاتے ہیں جدھر وہ لے جانا چاہتے ہیں ان کی کہانیاں حواس خمسہ پر چھا جاتی ہیں کہ کس طرح منشا یاد کی نظر میں ماحولیاتی مسائل کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں افسانہ "کچی پکی قبریں" کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

اندھیری راتوں میں قبرستان میں خاموشی چھائی رہتی ہے اور ٹڈیوں کے بولنے مینڈکوں کے ٹرانے اور سانپوں کے شوکنے کی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں تو اسے لگتا ہے کہ وہ مر چکا ہے اور کسی کچی ٹوٹی ہوئی قبر میں بے حس و حرکت پڑا ہے۔ لیکن کبھی کبھی چاندنی راتوں میں گھنگروں کی جھنکار سن کر اچانک اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور قبرستان کے عین وسط میں الاؤ کے گرد بے کفن جوان عورتیں محو رقص ہوتی ہیں۔ ہوا کے جھونکے درختوں کی ٹہنیوں سے ٹکرا کر تال دیتے ہیں اور اپنی قبروں سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تماشائی تالیاں بجا بجا کر داد دیتے ہیں اور وہ میلے بدن سے کھجلاتا کڑوے تمباکو کے گہرے کش لیتا رات بھر جھومتا رہتا ہے"19۔

"بانجھ ہوا میں سانس" ماحولیاتی آلودگی کے پس منظر میں لکھی گئی ایک ایسی کہانی ہے جو آج دور جدید کی کہانی ہے جہاں ملاوٹ کا عنصر انسانی زندگی میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ جاگیردارانہ نظام کا جبر و قہر اور ظلم کو منظر عام پر لایا گیا ہے جاگیردار جو دولت کے حریص ہوتے ہیں وہ انسانیت کے درجے سے نیچے چلے جاتے ہیں اور غریب سے سانس کے لیے آکسیجن تک سے محروم کر دیتے ہیں کہانی کا مرکزی کردار "فتے" جو ایک رات سویا ہوتا ہے اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کا سانس بند ہو رہا ہے اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اچانک اسے یاد آتا ہے کہ جس کے بارے میں وہ کئی دنوں سے مختلف افواہیں سن رہا تھا کہتے تھے نئے مہینے کی پہلی تاریخ سے ہوا بدل جائے گی اور اس میں جانداروں کو سانس لینا دشوار ہو جائے گا۔ چودھریوں کے ہاں ہوا سے بھرے بالکل ویسے ہی سلنڈر دیکھے تھے جیسے ہسپتالوں میں ہوتے ہیں ان میں سانس لینے کے لیے نلکیاں لگی ہوئی تھیں اسے یاد پڑتا ہے شاید اس ہوا کو آکسیجن کہتے ہیں"20۔

منشا یاد نے ماحولیاتی عناصر کو دیہاتی زندگی کے عکس کے طور پر پیش کیا ہے۔ کمال فنکاری سے دیہاتی و سماجی مسائل کا منظر نامہ پیش کیا ہے۔ ان کے افسانے "تیرواں کھمبا" میں دیہی ماحول کی منظر کشی ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو

"درخت، فصلیں، پیدل جاتے دیہاتی، آدمی کھیتوں میں چرتے مویشی، بستی کو لوٹتے ہوئے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ اور ریلوے لائن کے متوازی جاتی ہوئی شہر سے اعظم کی بسیں، ٹرک، کاریں، بیل گاڑیاں اور شیشم کے درخت اس حساب سے نہ جانے کتنی بھیڑیں، کتنے ٹرک، کتنے درخت، کتنے کھمبے، حاصل ضرب تھانہ جانے اس حاصل ضرب کو 15 میلوں پر تقسیم کرتا تھا 15 بکریوں پر مگر وہ گن رہا تھا 12 کھمبے اس نے ٹھیک طرح گن لیے تھے دیر میں کھمبے کا بگلا ہو گیا تھا ایسے شمار میں نہ آسکنے والا کھمبا یاد آیا۔ بیچارا تیرواں کھمبا 12 برس پیچھے تو کوڑی کے دن بھی پھر جاتے ہیں لیکن اس بیچارے کنبے کے دن کبھی نہ پھرے اسے پتہ ہی چلا وہ پھر گانے لگا ہے رُت پھری، پر دن ہمارے، پھرے نہ پھرے، پھرے نہ، 21

منشا یاد کے افسانوں میں فطرت اور ماحول کی عکاسی انسانی رویوں اور معاشرتی حالات کے تناظر میں کی گئی ہے منشا یاد اپنے اردو افسانوں میں ماحولیاتی پس منظر کے ساتھ ساتھ انسانی تقدیر اور سماجی تغیرات سے مربوط کر کے بیان کرتے ہیں ان کے ہاں ماحول نہ صرف کرداروں کے حالات و واقعات کی ترجمانی کرتا ہے بلکہ بعض اوقات پورے بیانیے کو ماحولیاتی زاویہ فراہم کرتا ہے نہ صرف ماحول کے استحصال کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ انسانی، اخلاقی اور جمالیاتی بیداری بھی پیدا کرتے نظر آتے ہیں اردو افسانے میں ان کا یہ افسانوی رویے کا فروغ مستقبل میں ماحولیاتی تنقید کے لیے نئے زاویے کھولنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

CC BY

طاہرہ اقبال معتبر افسانہ نگار جس کے افسانوں میں علاقائی زندگی، فطرت عورت، زمین، پانی، زراعت اور غربت کو مرکزی حیثیت واہمیت حاصل ہے کہ ہاں ماحولیاتی مسائل کرداروں کی تقدیر سے جڑے ہوتے ہیں طاہرہ اقبال کا پہلا افسانوی مجموعہ "سنگ بستہ "1999 میں سامنے آیا۔ جس میں موجود کہانیاں "دختران زمین" کے متعلق ہیں جن میں دیہات اور دیہی عورت کی ترجمانی ہے افسانے کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"سنی کے بوٹے سری چھمکوں کی طرح سارے فصلوں میں الگ لہراتی نظر آتیں.....اور جن کے.......نرمی کی انابی گڈی جیسے لب جب وا ہوتے تو لوسن، برسیم اور سبھی پھولوں کی کٹوریوں میں مدھو کھیاں گھونٹ بھرتی، کڑیالے سانپ قدموں کے نشان پر لہریے بناتے اور سپیرے راہوں میں بین بجاتے پھرتے "22

دیہی ماحول کا بھرپور بیانیہ ملتا ہے ان کے ہاں روایتی دیہی تصویر کشی نہایت رومان انگیز ملتی ہے لہلہاتے کھیت، لچکتی مٹکتی الہڑ مٹیاریں وغیرہ لیکن حقیقت کی سنگینی حبس زدہ اور استحصالی ماحول کو بھی پیش کرتی ہیں اور جبر واستحصال کی شدت کی تصویر ملاحظہ ہو

"دور دور ابھرے ٹیلوں پر آک، کنیر، بھکڑا، کنڈاریاں ورلی ورلی پھیلی ہوئی تھی روڑ گئے بھرے میدانوں میں کریاں، تھور آک، زہری بوٹیاں، زرد چاندنی کی مہین تہ میں سب لیٹے تھے جیسے موت کی زردی سب کے چہروں پر چھینٹ دی گئی ہو "23 "

"کوٹھری کی چھت میں سوئی ہوئی چمگادڑیں، چڑیاں، لالیاں کوٹھڑی کی اندھی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر منہ کے بل گرنے لگی۔ تمام حشرات الارض مٹی کی کوک سے ابل کر فرش پر رینگنے لگے۔ کرلاہٹ اور کلبلاہٹ سارے گھر میں بھر گئی"۔24۔

طاہرہ نے عام افسانہ نگار کی طرح صرف دیہات اور شہر کے درمیان کشاکش نہیں دکھائی بلکہ اس نے دیہاتوں کی آپس کی کشمکش کو بھی بیان کیا ہے دیہی ماحول میں رنگی کہانی ملتی ہے اور دیہاتی زبان انہی جیسی بولتی ہیں انہوں نے دہی عورت پر گزرنے والی قیامتیں بیان نہیں کی بلکہ "گنجی بار" میں پڑھی لکھی عورتوں کی تکالیف کی کہانیاں بھی بیان کی ہیں جو اس بات کا مظہر ہے کہ ان کے ہاں ماحولیاتی مسائل کا شعور گہرا ہے جو حقیقی تجربے کو تخلیقی تجربے میں کہانی کو ڈھالتا ہے افسانہ نگار رشید امجد کے بقول

"طاہرہ اقبال جدید اردو فکشن میں مخصوص کلچر زبان اور اسلوب حیات کی ترجمان بن کر سامنے آتی ہیں۔ ان کی کہانیاں پنجاب کی آب و ہوا یہاں کی مٹی کی بوباس موسموں کے رنگ ڈھنگ اور سماجی زندگی کے اتار اور چڑھاؤ کی بہت قریب سے کھینچی ہوئی تصویریں ہیں "25

وہ دیہی ماحولیاتی کرب کو منظر نگاری کے ذریعے بیان کرتی ہیں۔ ان کی ہم فطرت کردار بن جاتی ہے۔ زمین سسکتی ہے اور عورتوں کی پامالی پر اور غیر ذی روح اشیاء بھی۔ ان کے افسانوں میں ماحولیاتی احساس اور شعور گہرا ملتا ہے۔ طاہرہ اقبال کے افسانے اردو ادب میں ماحولیاتی تنقید کی ایک منفرد جہت ہیں۔ ان کی تحریریں ہمیں بتاتی ہیں کہ فطرت سے بغاوت صرف قدرت سے نہیں اپنی ذات سے بغاوت ہے۔

رشید امجد اردو ادب کے ممتاز اور جدید لب ولہجے کے نمائندہ افسانہ نگار ہیں جنہوں نے اپنے افسانوں میں انسانی وجود، تہذیبی زوال اور ماحولیاتی بگاڑ جیسے موضوعات کو علامتی تمثیلی انداز میں پیش کیا ہے ان کے افسانوں میں ماحولیات کا شعور ایک علامتی پیرائے میں موجود ہے جو قاری کو فطرت اور انسان کے باہم تعلق پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے رشید امجد کے افسانے "جنگل شہر ہوئے" میں فطرت کی خوبصورتی اور اس کی تباہی پر روشنی ڈالی گئی ہے ایک کردار اس افسانے میں کہتا ہے کہ

"میرا جنگل مجھے بلاتا ہے لیکن جنگل تو اب شہروں میں بدل گئے ہیں اور شہروں میں نہ برگد ہوتے ہیں نہ گورے ہاتھوں میں دودھ کا پیالہ لیے انتظار کرتا ہے شہروں میں تو سیٹیج ہی سیٹیج ہیں "26

یہ اقتباس ماحولیاتی بگاڑ اور اس کے انسانی زندگی پر اثرات کو ظاہر کرتا ہے ان کے افسانوں میں فطرت "بے ثمر عذاب" اور ان کے افسانے میں ایک کردار کی سوچ کو پیش کیا گیا ہے جو فطرت سے دوری کے باعث پیدا ہونے والے خلا کو محسوس کرتا ہے اقتباس ملاحظہ ہو

"میری جڑیں زمین میں نہیں تو میری جڑیں کہاں ہیں گھبرا کر سارے وجود کو ٹٹولتا ہوں..... شاخیں شاخوں پر پتے پتوں پر چہچاتے پرندے کاغذ بنے نقش شاخیں شاخیں نہیں پتے پتے نہیں پرندے پرندے نہیں...... پسند نہیں ہے بھُربھُری مٹی تڑخی ہوئی زمین، لکیریں ہی لکیریں،...... ہریالے میدانوں کو روندتے، سبزوں کو چاٹتے قافلے، مجھے دھکیل دھکیل کر جنگلوں میں پھینک دیتے ہیں۔ میٹھے پانیوں کی لذت، لہلہاتے کھیتوں کے ذائقے بانہیں سمیٹ لیتے ہیں۔ گھنے جنگل میں اکیلے ہونے کا دکھ "27

اس اقتباس میں فطرت سے دوری کے انسانی نفسیات پر اثرات کو بیان کیا ہے ان کے افسانے کے یہاں خیال کو خاص اہمیت حاصل ہے جو کہانی کی صورت اختیار کرتا ہے اور وہ کسی واقعے سے خیال نہیں نکالتے فطرت تو ماحول سے استعارہ اور علامت بنا لیتے ہیں ان کا ایک مشہور افسانہ "لمحہ جو صدیاں ہوا "اس میں فطرت اور ماحول کے متعلق مختلف مسائل پر سوال اٹھائے ہیں اور اس کے جوابات بھی ملتے ہیں کہیں کہیں رمزیت کہیں علامت اور کہیں استعارے کا حسین امتزاج ملتا ہے ملاحظہ ہو

"یہ مزار بڑی سڑک سے مڑتے ہی تالاب کے کنارے پر ایک اونچے ٹیلے پر ہے اس کی ٹوٹی منڈیر سے میں نے کئی موسموں کے پرندوں کو تالاب کے کنارے دھندلاتے اور روشن ہوتے دیکھا ہے..... موسم بھیس بدل کر ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہیں دن اور لمحے اڑ کر وقت کی جھولی میں گرتے جاتے ہیں خزاں، بہار، بہار اور خزاں "28۔

CC BY

رشید امجد نے رواں دواں، سادہ اور پرکار اسلوب میں بہت پیچیدہ اور قدرے مشکل موضوع پر کھل کر لکھا ہے اور اپنے نقطہ نظر کا اظہار کیا ہے ان کے ہاں فطرت اور ماحول کے مناظر کا تذکرہ ان کے باہمی تعلقات کو نہایت باریکی سے پیش کیا ہے وہ موسم کی تبدیلیوں کو بطور استعارہ استعمال کرتے ہیں اور انسانی زندگی پر اثرات کو نہایت حساسیت سے پیش کیا ہے اور سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ ماحول اور انسان ایک مربوط نظام کا حصہ ہیں انہوں نے سیاست، معاشرت، معشیت، مذہب و اخلاق، نفسیات اور ادب کو اپنے افسانوں میں نہایت کمال سے پیش کیا ہے انہوں نے ماحول جو انہیں ملا ،اس کو بطور علامتی افسانہ نگار نہایت کمال سے پیش کیا اپنے افسانوں میں اپنے عہد آشوب اور سیاسی صورتحال کو منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔

اردو افسانہ نگاری کی روایت میں ہمیشہ اپنے دامن میں سماجی، تہذیبی، سیاسی اور نفسیاتی مسائل کو جگہ دی ہے لیکن اکیسویں صدی کے بدلتے عالمی منظر نامے میں ماحولیاتی بحران ایک ایسا عنصر بن کر ابھرا ہے۔ جس نے ادب کو نئے سوالات اور چیلنجز سے دوچار کر دیا ہے۔ اردو افسانہ جو ہمیشہ انسانی تجربات کی نچلی سطح تک رسائی کا ہنر رکھا ہے۔ اب فطرت اور ماحول کو صرف پس منظر یا استعارہ نہیں بلکہ مرکزی مظہر کے طور پر برت رہا ہے۔ ماحولیاتی اثرات کو موضوع بنا کر لکھا گیا افسانہ قاری کو فطرت سے جڑنے، ماحول کی حفاظت کرنے اور قدرتی وسائل کی اہمیت کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ جب کہانی میں درختوں کا کٹاؤ، آلودہ ہوا، پانی کی کمی، یا جنگلات کی تباہی جیسے مناظر دکھائے جاتے ہیں تو قاری نہ صرف جذباتی سطح پر متاثر ہوتا ہے بلکہ عملی سطح پر بھی ماحول کے تحفظ کی سوچ پروان چڑھتی ہے۔ ماحولیاتی افسانے کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ یہ پیچیدہ سائنسی اور سماجی مسائل کو آسان اور قابلِ فہم انداز میں پیش کرتا ہے۔ یہ اس انداز میں شعور بیدار کرتا ہے کہ قاری کسی لیکچر یا مضمون کی بجائے ایک کہانی کے ذریعے مسئلے کو محسوس کرتا ہے۔ جذباتی وابستگی کے سبب قاری ماحول کے مسائل کو محض سُن کر یا پڑھ کر نہیں، بلکہ "محسوس" کر کے سمجھتا ہے۔ یہ افسانے نہ صرف بڑوں بلکہ بچوں اور نوجوانوں میں بھی ماحولیاتی آگاہی پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ بن سکتے ہیں۔ ماحول دوست طرزِ زندگی کو فروغ دینے کے لیے ان افسانوں کی مدد سے ایک نئی نسل تیار کی جا سکتی ہے جو فطرت سے محبت رکھتی ہو اور اس کی حفاظت کو اپنا اخلاقی و معاشرتی فرض سمجھے۔ افسانے کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس میں ماحولیاتی مسائل کو انفرادی اور اجتماعی زندگی سے جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔ ایک عام فرد کی زندگی میں ماحولیاتی تبدیلیاں کس طرح اثر انداز ہوتی ہیں، جب یہ منظر کہانی کی صورت میں سامنے آتا ہے تو قارئین کو اپنی زندگی میں بھی ان تبدیلیوں کا احساس ہوتا ہے۔ وہ یہ سمجھ پاتے ہیں کہ ماحول کی تباہی صرف حکومتوں یا اداروں کا مسئلہ نہیں بلکہ ہر فرد کی ذمے داری ہے۔ افسانہ سماج کے ضمیر کی آواز ہوتا ہے۔ ماحولیاتی افسانے اس ضمیر کو جگاتے ہیں اور ایک فعال، باشعور اور ذمہ دار معاشرے کی تشکیل میں مدد دیتے ہیں۔ جب ایک فرد کسی کردار کے دکھ یا محرومی کو پڑھتا ہے جو آلودگی یا قدرتی آفات کا شکار ہوا ہو، تو وہ لاشعوری طور پر خود کو اس کردار میں محسوس کرتا ہے۔ اس ہمدردی سے ایک احساسِ ذمے داری جنم لیتا ہے۔ افسانہ ماحول سے محبت کا پیغام بھی دیتا ہے۔ درختوں کی سرسبزی، پرندوں کی چہچہاہٹ، پانی کے چشموں کی روانی اور ہوا کی خوشبو جب کسی کہانی میں بیان کی جاتی ہے تو یہ سب عناصر قاری کے دل میں فطرت سے محبت پیدا کرتے ہیں۔ ایسی محبت جو صرف جذباتی نہ ہو بلکہ عملی اقدامات کی طرف لے جائے۔ اردو کے ان ممتاز افسانہ نگاروں نے ماحولیات کے مختلف پہلوؤں کو فنکارانہ تہذیبی، نفسیاتی اور علامتی انداز میں پیش کیا ہے۔ ان سب افسانہ نگاروں میں ایک بات مشترک ہے کہ انہوں نے انسان اور فطرت کے رشتے کے محض جمالیاتی حیثیت کے پیرائے میں نہیں بلکہ بحران تمدنی زوال اور اخلاقی ذمہ داری میں دیکھنا ہے احمد ندیم قاسمی اور منشایاد کے ہاں فطرت اور فرد کے درمیان ایک ایسا نامیاتی تعلق ملتا ہے جو انسانی وجود کی بقا اور سکون کا ضامن ہے زمین، دریا، بارش، فصل یہ سب قدرتی عناصر نہیں بلکہ انسانی حیات کا جزو لانفیک ہیں جب یہ رشتہ کمزور پڑتا ہے تو انسان کی روحانی اور جسمانی زندگی متاثر ہوتی ہے انتظار حسین جیسے افسانہ نگار ماحولیاتی مسائل کو صرف سائنسی یا سوشیولوجیکل مسئلہ نہیں سمجھتے بلکہ اسے تہذیبی گراوٹ سے جوڑتے ہیں ان کے افسانوں میں درختوں کا کٹنا، پانی کا خشک ہونا یا فطرت کا غضب درحقیقت انسانی اخلاقیات کی پستی اور روحانی زوال کی علامت ہے۔ ان کے ہاں ماحول کی بربادی دراصل انسان کی اپنی شناخت سے دوری کا غماز ہے۔ قرۃ العین حیدر اور طاہرہ اقبال کے ہاں ماحولیاتی شعور کے ساتھ ساتھ نسوانی شعور بھی ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ماحولیاتی بحران کو طاقت، استحصال اور شناخت کے زاویے سے دیکھتی ہیں۔ ان کے افسانے اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ فطرت اور عورت دونوں کا استحصال ایک ہی نظام کا نتیجہ ہے۔ ایک ایسا نظام جو طاقت جبر اور منافع پر مبنی ہے۔

حسن منظر کے افسانے شہری زندگی کے ماحولیاتی بحران کو انتہائی باریکی سے بیان کرتے ہیں ان کے کردار آلودگی شور بے چینی اور جدید مشینی زندگی کی وجہ سے ایک وجودی تنہائی کا شکار ہو جاتے ہیں یوں ماحولیاتی بحران ان کے ہاں ایک نفسیاتی اور تمدنی بحران کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ان تمام افسانہ نگاروں کا ماحولیاتی شعور اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ ادب کا کام صرف جمالیات پیدا کرنا نہیں بلکہ شعور کی بیداری بھی ہے۔ جب زمین، پانی، ہوا اور آسمان جیسی بنیادی حقیقتیں خطرے میں ہوں تو ادب کی خاموشی اس کے فن کا نقصان ہے۔ ان افسانہ نگاروں نے فن کی حدود کو توڑے بغیر ایک فعال، متحرک اور باشعور ادب کی بنیاد رکھی ہے۔ جدید ماحولیاتی تنقید (Ecocritism) اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم ادب کو انسانی مرکزیت کے تناظر میں نہ دیکھیں بلکہ غیر انسانی عناصر یعنی جانور، پودے، پانی، فضا اور پہاڑ ________ کو بھی ادبی تجربے میں شامل کریں اردو افسانہ اس سمت میں اپنی موجودگی درج کروا چکا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس شعور کو مزید وسعت دی جائے یہ افسانہ نگار ہمیں احساس دلاتے ہیں کہ ماحولیاتی تحفظ صرف سائنس دانوں یا ماہرین ماحولیات کا کام نہیں بلکہ ادیبوں، شاعروں اور فکری لوگوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔

اردو افسانہ اس سفر میں تنہا نہیں بلکہ عالمی ادب کے ہمراہ ہے اور آنے والے دنوں میں اس کا شعور اور بھی گہرائی متوقع ہے اردو افسانہ نگاروں نے نہ ماحول کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ اپنے اپنے فکری تہذیبی اور شخصی پس منظر کے مطابق اس کی تفہیم کی کسی نے زمین کے قرب کو کسان کی آنکھ سے دیکھا کسی نے درخت کے کٹنے کو تہذیب کی شکست کہا، کسی نے عورت اور فطرت کو ایک جیسا استحصال زدہ سمجھا تو کسی نے شہری آلودگی کو فرد کی نفسیاتی تنہائی سے جوڑا۔ یہ سب بیانیہ مل کر اردو افسانے کو ماحولیاتی شعور کے باب میں ایک جامع متنوع اور تہذیبی سطح پر اہم بیانیہ فراہم کرتے ہیں اب یہ قاری، ناقد اور معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان افسانوں میں پوشیدہ ماحولیاتی فکر کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنائے کیونکہ اب ادب چیخ رہا ہے تو ماحول کو شدید خطرہ ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

حوالہ جات:

1. https://www.rekhtadictionary.com

2. فاروق عثمان محمد "اردوناول میں مسلم ثقافت "ملتان بیکن بکس 2002، صفحہ نمبر 80

3. Wilson Edward O. "The Diversity of Life" Harvard University Press 1992

4. ڈاکٹراورنگزیب نیازی "ماحولیاتی تنقید" نظریہ وعمل "منتخب مضامین لاہور، اردو سائنس بورڈ صفحہ نمبر 237

5. کرسٹوفر منیز، فطرت اور خاموشی مشمولہ "ماحولیاتی تنقید" نظریہ و عمل "منتخب مضامین لاہور، اردو سائنس بورڈ صفحہ نمبر 54

6. مابعد جدید افسانہ، شوکت حیات مشمولہ ادب کا بدلتا منظر نامہ مرتب گوپی چند نارنگ دہلی اردو اکیڈمی 2011 صفحہ نمبر 321

7. خورشید احمد جدید اردو افسانہ ہیت واسلوب میں تجربات کا تجزیہ علی گڑھ ایجو کیشنل بک ہاؤس 1997 صفحہ نمبر 11

8. احمد ندیم قاسمی "سناٹا" آتش گل لاہور اساطیر لوئر مال 1991 صفحہ نمبر 80

9. احمد ندیم قاسمی "طلائی مہر مجموعہ "بگولے "لاہور سنگِ میل پبلی کیشنز 2007 صفحہ نمبر 20

10. احمد ندیم قاسمی "موت" مجموعہ "آس پاس "لاہور سنگِ میل پبلی کیشنز 2007 صفحہ نمبر 59

11. انتظار حسین جنم کہانیاں لاہور سنگِ میل پبلی کیشنز 1999 صفحہ نمبر 23

12. انتظار حسین جنم کہانیاں لاہور سنگِ میل پبلی کیشنز 1999 صفحہ نمبر 296

13. انتظار حسین مجموعہ انتظار حسین لاہور سنگِ میل پبلی کیشنز 2007 صفحہ نمبر 838،837

14. ڈاکٹر مسرت جہاں قرۃ العین حیدر کی افسانہ نگاری ایک تنقیدی مطالعہ، دہلی عریشہ پبلی کیشنز ایڈیشن 2014 صفحہ نمبر 82،81

15. جمیل اختر مرتب "آئینہ جہاں" جلد اول دہلی قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان 2006، 2007 صفحہ نمبر 282

16. جمیل اختر مرتب "آئینہ جہاں" جلد اول دہلی قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان 2006، 2007 صفحہ نمبر 578-579

17. امجد سلام امجد مرتب منشایاد کے بہترین افسانے، دہلی ادب پبلی کیشنز 1993 صفحہ نمبر 135

18. منشایاد "بند مٹھی میں جگنو" اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن 2010 صفحہ نمبر 119

19. منشایاد "ماس اور مٹی" فیصل آباد، مثال پبلیشرز 2001 طبع دوم صفحہ نمبر 92

20. اقبال آفاقی، ڈاکٹر، "منشایاد کے افسانے" مشمولہ تیر ھواں کھمبہ فیصل آباد، مثال پبلی کیشنز 2009 صفحہ نمبر 39

21. طاہرہ اقبال "روشن دان" مشمولہ زمین رنگ اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز 2014 صفحہ نمبر 174

22. طاہرہ اقبال "ماں ڈائن" مشمولہ "گنجی بار"، اسلام آباد دوست پبلی کیشنز 2016 صفحہ نمبر 97

23. طاہرہ اقبال "پٹھانی" مشمولہ "سنگ بستہ"، اسلام آباد دوست پبلی کیشنز 1999 صفحہ نمبر 2003

24. رشید امجد "فلیپ" مٹی کی سانجھ "از طاہرہ اقبال، اسلام آباد دوست پبلی کیشنز 2009

25. rekhta.org/authors/rasheed-amjad/all

26. rekhta.org/authors/rasheed-amjad/all

27. رشید امجد "لمحہ جو صدیاں ہوا" مشمولہ "بھاگے ہے بیابان مجھ سے "لاہور مقبول اکیڈمی 1988 صفحہ نمبر 23-24

CC BY